



4824CH06



شکل 1 - ساتویں صدی میں سورت کی بندرگاہ پر تجارتی جہازوں کا منظر

گجرات کے مغربی ساحل پر واقع شہر سورت ہندوستان کی بحری تجارت کی سب سے اہم بندرگاہوں میں سے ایک تھا۔ ابتدائی سترہویں صدی سے اس بندرگاہ کو انگریز اور ڈچ جہازوں نے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا لیکن اٹھارہویں صدی میں اس کی اہمیت کم ہو گئی۔

اس باب میں برطانوی راج میں ہندوستان کی صنعتوں اور دستکاریوں کی کہانی بیان کی گئی ہے اور دو صنعتوں یعنی پارچہ بانی (Textiles) اور لوہا و فولاد (Iron and Steel) پر خاص طور پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ جدید دنیا میں صنعتی انقلاب کے لیے یہ دونوں صنعتیں بڑی اہم تھیں۔ مشینوں کے ذریعے سوتی کپڑوں کی پیداوار نے برطانیہ کو انیسویں صدی کی سب سے اہم صنعتی قوم بنادیا۔ 1850 کی دہائی سے جب لوہے اور فولاد کی صنعت بڑھنی شروع ہوئی تو برطانیہ کو ”کارگاہِ جہان“ یا دنیا کی ورکشاپ کہا جانے لگا۔

برطانیہ کی صنعت کاری کا ہندوستان پر برطانیہ کی فتح اور نوآبادیات کے قیام سے تعلق تھا۔ آپ باب 2 میں پڑھ چکے ہیں کہ انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجارتی مفادات کس طرح ہندوستانی علاقوں پر قبضے کی شکل میں ظاہر ہوئے اور پھر کس طرح آئندہ دہائیوں میں تجارت کا پورا ڈھڑا ہی بدل گیا۔ اٹھارہویں صدی کے آخر میں کمپنی

ہندوستان سے چیزیں خریدتی تھی اور انھیں انگلینڈ اور یورپ میں برآمد کرتی تھی اور اس طرح ان کی فروخت سے منافع کماتی تھی۔ جیسے جیسے صنعتی پیداوار میں اضافہ ہوا برطانوی صنعت کاروں نے محسوس کیا کہ ہندوستان ان کی صنعتی پیداوار کے لیے ایک بڑی منڈی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ برطانیہ کے تیار شدہ مال کا ہندوستان میں سیلاب سا آ گیا۔ ان باتوں کا ہندوستان کی صنعتوں اور دستکاریوں پر کیا اثر پڑا؟ اس باب میں ہم اسی سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

ہندوستانی کپڑ اور عالمی منڈی

پہلے ہم کپڑے کی پیداوار پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ 1750 کے لگ بھگ جب برطانیہ نے



بنگال کو فتح نہیں کیا تھا اس وقت ہندوستان دنیا میں سوتی کپڑے کی سب سے زیادہ پیداوار کرنے والا ملک تھا۔ ایک زمانے سے ہندوستانی کپڑے اپنی نفاست، خوبی، عمدہ کوالٹی اور اعلیٰ قسم کی کاریگری کے لیے مشہور تھے۔ جنوب مشرقی ایشیا (جاوا، سماٹرا اور پنانگ) اور مغربی اور وسطی ایشیا میں ان کی بڑی پیمانے پر تجارت ہوتی تھی۔ یورپی تجارتی کمپنیوں نے یورپ میں بیچنے کے لیے سوھویں صدی سے ہی ہندوستانی کپڑوں کی خریداری شروع کر دی تھی۔ ہندوستانی بنکروں کی کاریگری اور ہندوستان کی شاندار تجارت کی یادیں

شکل 2 - پٹولا کی بنائی، انیسویں صدی

کے وسط میں

پٹولا سورت، احمد آباد اور پٹن میں بناتا تھا۔ انڈونیشیا میں اس کی بڑی قیمت تھی اور اسی لیے یہ وہاں کی بنائی کی مقامی روایت کا ایک حصہ بن گیا تھا۔

انگریزی اور دوسری زبانوں کے خوبصورت لفظوں میں آج بھی محفوظ ہیں۔ ان الفاظ کے ماخذ پتہ لگانا اور یہ دیکھنا کہ یہ الفاظ کیا کہتے ہیں، دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

الفاظ میں تاریخ پوشیدہ ہے

یورپی تاجروں کا سب سے پہلا واسطہ اس اعلیٰ سوتی کپڑے (ملل) سے پڑا جو عرب تاجر ہندوستان سے موصل لے جاتے تھے (موصل آج کل عراق میں ہے)۔ اسی لیے اس

کپڑے کو انھوں نے 'مسلین' (Muslin) کا نام دیا۔ اس لفظ نے بڑا رواج پایا۔ جب پرتگالی لوگ مسالوں کی تلاش میں پہلی بار ہندوستان آئے تو وہ جنوب مغربی ہندوستان میں کیرالہ کے ساحل پر واقع کالی کٹ میں اترے۔ وہ مسالوں کے ساتھ ساتھ جو سوتی کپڑا یورپ لے گئے اسے 'کالی کو' (Calico) کہا جاتا تھا۔ لفظ 'کالی کو' کالی کٹ سے ماخوذ تھا اور پھر یہ تمام سوتی کپڑوں کے لیے ایک عام لفظ بن گیا۔

ایسے اور بھی الفاظ ہیں جو مغربی بازاروں میں ہندوستانی کپڑوں کی مقبولیت ظاہر کرتے ہیں۔ شکل 3 میں آپ ایک آرڈر بک کا صفحہ دیکھیں گے جو 1730 میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے کلکتے میں اپنے نمائندوں کو بھیجا تھا۔

List of Goods to be Provided in the Bay of Bengal for the Ships going out in the Year 1730.

	Quantity	Price	Value
<i>Alidatias of low Price, Six thousand Pieces</i>	6000	2200	8400
<i>Ditto Fine with gold Heads, Three thousand</i>	3000	1500	4500
<i>Miballies low Price, Five hundred</i>	500	650	325
<i>Bastoes of low Price, Eighteen Yards long, Six thousand</i>	6000	1875	11250
<i>Ditto very fine with gold heads, Fifteen hundred</i>	1500	625	9375
<i>Ditto Jugdea, of Twelve Yards long such as received by the Heathcote, Ten thousand</i>	10000	3625	36250
<i>Bandanotes or Taffa de Toolas, as by the Gyls, Six thousand</i>	6000	3072	18432
<i>Carriedarries very good, such as the Fine Gals by the Heathcote, or else none, One thousand</i>	1000	483	483
<i>Carriedarries, Garments, One thousand</i>	1000	470	470
<i>Chillars of the same goodrings as the finest that came by the Heathcote, Three thousand</i>	3000	750	2250
<i>Chorvats of the low Price sort, as by the Heathcote, Four thousand</i>	4000	1060	4240
<i>Coopets Two thousand</i>	2000	880	1760
<i>Chints Patna as directed last Year, Thirty thousand, and that Twenty thousand of them be glazed, and the following Chints in proportion</i>	30000	12000	360000
<i>Ditto Gofembuzar, Ten thousand</i>	10000	812	8120
<i>Ditto Calcutta as ordered last Year, Six thousand</i>	6000	1254	7524
<i>Buttanies Allas Hair, well covered, and good variety of Stripes and Colours, One thousand</i>	1000	700	700
<i>Ditto Striped and Flowered, also well covered, Two hundred</i>	200	500	100
<i>Copats Fine, Yard and half broad, with gold heads, at least as good as those by the Heathcote, Four thousand</i>	4000	7000	28000
<i>Ditto of an inferior sort, better than the Heathcote, Six thousand</i>	6000	6000	36000
<i>Ditto Fine, Yard and three eighths broad with gold head, better than the Heathcote, Two thousand</i>	2000	4000	8000
<i>Ditto of an inferior sort, Two thousand</i>	2000	1750	3500
<i>Ditto Orua Yard and eighth to Yard and three sixteenths broad, Fifteen thousand</i>	15000	12750	191250
<i>Ditto Yard broad of the lowest Price, Eight thousand</i>	8000	4440	35520
<i>Ditto Charpoore, Yard broad as by the Heathcote, Two thousand</i>	2000	4000	8000
<i>Ditto of the same Fabric of a lower sort, Two thousand</i>	2000	2500	5000

Copats sorry

شکل 3 - ایسٹ انڈیا کمپنی کی آرڈر بک کا

ایک صفحہ، 1730

غور کیجیے کہ لندن میں آرڈر بک میں ہر چیز کی قیمت کتنی احتیاط سے درج کی گئی ہے۔ یہ آرڈر دو سال پیشتر دیے جاتے تھے کیوں کہ ہندوستان کو آرڈر بھیجنے، مطلوبہ کپڑوں کو تیار کرانے اور جہازوں کے ذریعے مال برطانیہ تک پہنچنے میں اتنا ہی وقت درکار ہوتا تھا۔ جب کپڑے کے تھان لندن پہنچ جاتے تو ان کو نیلامی کے ذریعے فروخت کر دیا جاتا تھا۔



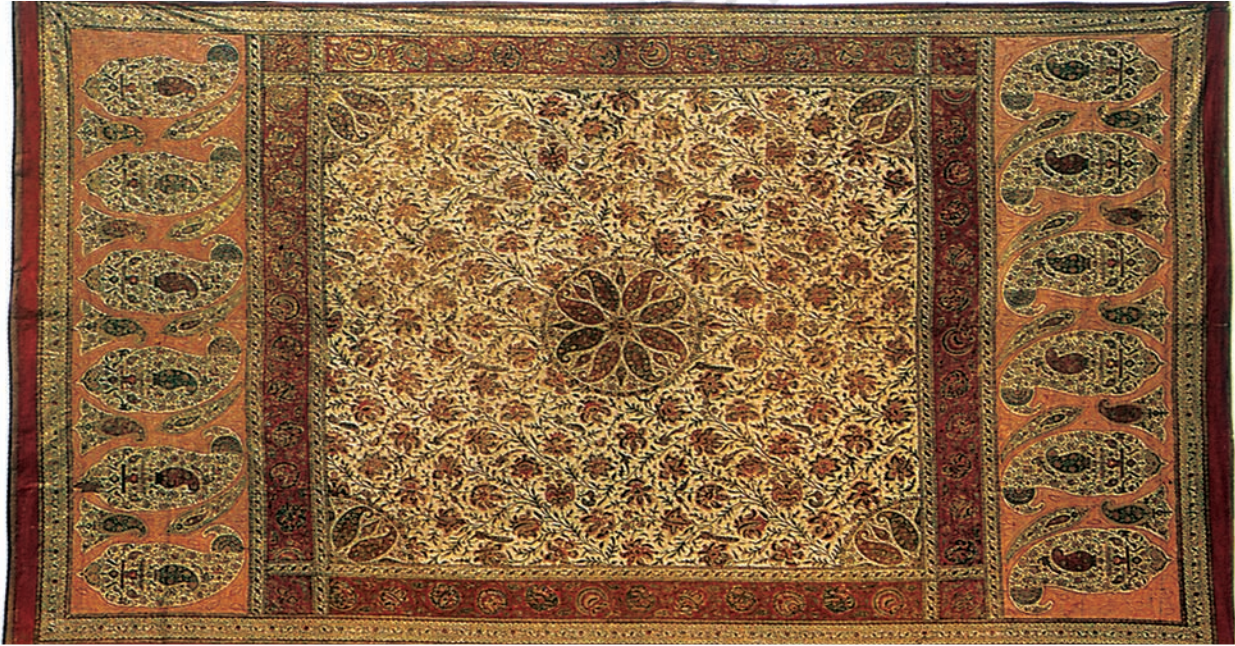
شکل 4 - جام دانی بُنائی، بیسویں صدی کے

اوائل میں

جام دانی ایک نفیس قسم کی ململ ہوتی تھی جس پر کرگھے کے ذریعے سفید اور بھورے رنگ کے نقش و نگار بنائے جاتے تھے۔ یہ کام عام طور پر سوٹ اور زردوزی کا ملا جلا ہوتا تھا جیسا کہ تصویر میں دیے گئے کپڑے کے نمونے سے ظاہر ہے۔ بنگال میں ڈھاکہ اور صوبہ متحدہ میں لکھنؤ جام دانی کی بنائی کے اہم مراکز تھے۔

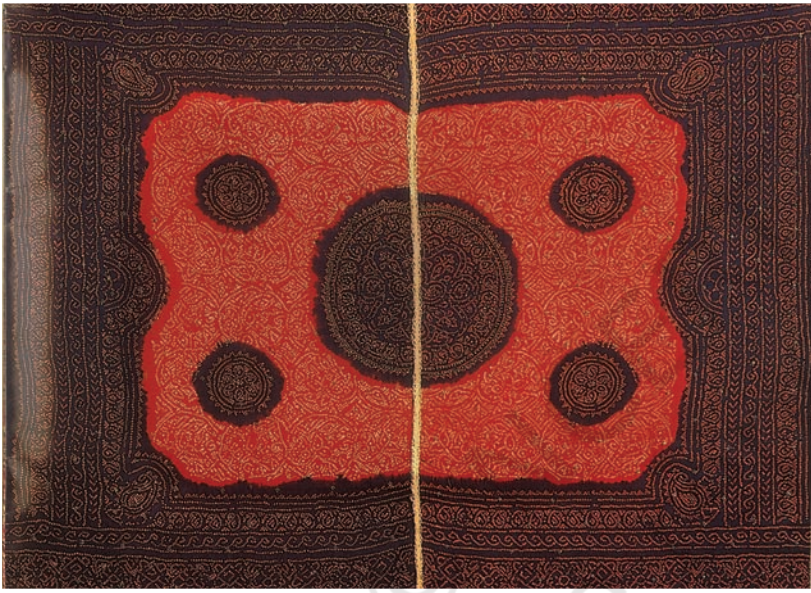
اُس سال کپڑے کے 5,89,000 تھانوں کا آرڈر تھا۔ اس آرڈر بک کے سرسری مطالعے سے آپ کو سوتی اور ریشمی کپڑوں کی اٹھانوے اقسام کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔ یہ کپڑا یورپی تجارت میں 'پیس گڈس' (Peice Goods) کے نام سے جانا جاتا تھا۔ کپڑے کے یہ تھان عام طور پر 20 گز لمبے اور ایک گز چوڑے ہوتے تھے۔

اب ذرا کتاب میں دیے گئے کپڑوں کی اقسام کے نام دیکھیے۔ جس قسم کے کپڑوں کے تھانوں کا آرڈر بڑے پیمانے پر دیا جاتا تھا وہ چھپے ہوئے سوتی کپڑے ہوتے تھے جنہیں چنٹز (Chintz)، کوسا (Cossaes) یا خاصہ (khassa) اور بندنا (Bandanna) کہا جاتا تھا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ انگریزی لفظ چنٹز کہاں سے آیا ہے؟ یہ ہندی لفظ چھینٹ سے بنا ہے یعنی ایسا کپڑا جس پر چھوٹے چھوٹے پھولدار نقش و نگار ہوں۔ 1680 کی دہائی سے انگلینڈ اور یورپ میں ہندوستان کے چھپے ہوئے سوتی کپڑوں کا بڑا شوق پیدا ہو گیا تھا اور اس ذوق و شوق کی وجہ ان کپڑوں کے نفیس پھولدار ڈیزائن اور اعلیٰ بناوٹ کے علاوہ یہ بھی تھی کہ یہ نسبتاً سستے ہوتے تھے۔ انگلینڈ کے دولت مند لوگ اور خود ملکہ برطانیہ بھی ہندوستان کے بنے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں۔



شکل 5 - نفیس کپڑے پر چھپے ڈیزائن (چنٹز) جو انیسویں صدی کے وسط میں مسولی پنٹم (آندھرا پردیش) میں تیار ہوتا تھا یہ اس قسم کی چنٹز کا اعلیٰ نمونہ ہے جو ایران اور یورپ کو برآمد کرنے کے لیے تیار ہوتی تھی۔

اسی طرح لفظ بندنا (Bandanna) آج ہر قسم کے گہرے رنگین اور چھپے ہوئے اسکارف کے لیے استعمال ہوتا ہے جسے گلے اور سر پر باندھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ کہ ہندوستانی لفظ 'بندھن' (Bandhna) سے نکلا ہے اور اس سے مراد مختلف اقسام کے وہ شوخ رنگ کپڑے ہوتے تھے جن کی رنگائی باندھ کر کی جاتی تھی۔ آرڈر بک میں دیگر کپڑوں کا بھی ذکر ہے جو اپنے علاقوں قاسم بازار، پٹنہ، کلکتہ، اڑیسہ، چارپور کے ناموں سے مشہور تھے، بڑے پیمانے پر ان الفاظ کا استعمال اس بات کا مظہر ہے کہ ہندوستانی کپڑے دنیا کے مختلف حصوں میں کس قدر مقبول تھے۔



شکل 6 - بیسویں صدی کے اوائل میں بندنا ڈیزائن درمیان سے ہو کر گزرنے والی لکیر کو دیکھیے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اس اور بھنی میں بندھائی، رنگائی والے دوریشمی کپڑے زردوزی کے دھاگے سے باہم سلے ہوئے ہیں۔ بندھن والے نمونے اکثر راجستھان اور گجرات میں تیار ہوتے تھے۔

یورپ کے بازاروں میں ہندوستانی کپڑے

اٹھارھویں صدی کے اوائل سے ہی ہندوستانی کپڑوں کی مقبولیت سے پریشان ہو کر انگلینڈ کے اوٹ اور ریشم تیار کرنے والوں نے ہندوستانی کپڑوں کی درآمد کے خلاف احتجاج شروع کر دیا۔ 1720 میں برطانوی حکومت نے ایک ایکٹ پاس کر کے انگلینڈ میں چھپے ہوئے سوتی کپڑے — چٹنر — کے استعمال پر پابندی لگا دی۔ دلچسپ بات یہ رہی کہ اس ایکٹ کو کالی کو ایکٹ (Calico Act) کہا گیا۔

اسی زمانے میں انگلینڈ کے اندر کپڑے کی صنعت کا ارتقا شروع ہوا۔ چوں کہ انگلینڈ کی کپڑا صنعت ہندوستانی کپڑوں سے مقابلہ نہیں کر سکتی تھی اس لیے انگریز صنعت کار یہ چاہتے تھے کہ انگلینڈ میں ہندوستانی کپڑے کا داخلہ روک کر اندرون ملک منڈی کو اپنے

سرگرمی

آپ کے خیال میں اس ایکٹ کو کالی کو ایکٹ (Calico Act) کیوں کہا گیا؟ اس نام سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس ایکٹ سے کس قسم کے کپڑے پر پابندی لگانی مقصود تھی؟

اسپننگ جینی (Spinning Jenny) -
یہ ایک مشین تھی جس کے ذریعے ایک کاریگر کئی تگلوں کو ایک ساتھ چلا سکتا تھا۔ جب پہلے کو گھمایا جاتا تھا تو تمام تگلوں گھومنے لگتے تھے۔

شکل 7 - کوچین میں ایک ڈچ بستی کا سمندری منظر، سترھویں صدی
جب یورپ کی تجارت میں توسیع ہوئی تو مختلف بندرگاہوں پر تجارتی بستیاں قائم ہو گئیں۔ سترھویں صدی کے اندر کوچین میں ڈچ بستیاں وجود میں آ گئیں تھیں۔ بستی کے چاروں طرف قلعہ بندی پر غور کیجیے۔

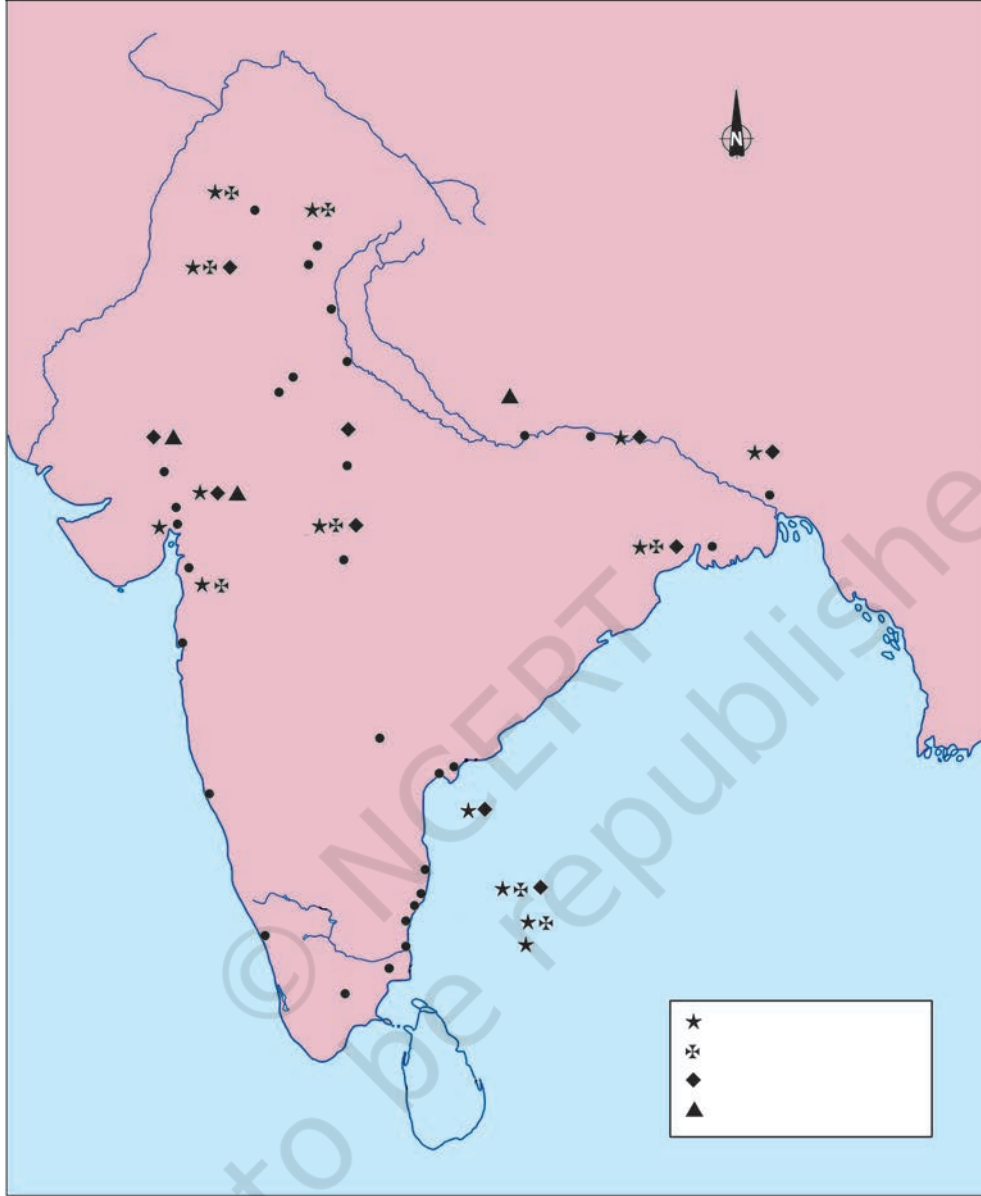
دیسی مال کے لیے محفوظ کر لیں۔ کالی کو چھپائی وہ پہلی صنعت تھی جو سرکاری تحفظ کے تحت وجود میں آئی۔ اب سفید ململ یا سادہ کورے ہندوستانی کپڑے پر ہندوستانی ڈیزائن کی نقل اور ان کی چھپائی کی جانے لگی۔

ہندوستانی کپڑے سے مقابلہ آرائی کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ انگلینڈ میں تکنیکی ایجادات کی کوششیں شروع ہو گئیں۔ 1764 میں جان کے (John Kay) نے سوت کا تنے کی ایک مشین اسپننگ جینی (Spinning Jenny) ایجاد کی۔ جس سے روایتی تگلوں کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہو گیا۔ 1786 میں رچرڈ آرک رائٹ (Richard Arkwright) نے جب بھاپ کا انجن ایجاد کیا تو سوتی کپڑوں کی بنائی میں انقلاب پیدا ہو گیا اور بہت کم لاگت میں بڑی مقدار میں کپڑے کی بنائی ممکن ہو گئی۔

بہر حال اٹھارھویں صدی کے خاتمے تک ہندوستانی کپڑا عالمی تجارت پر چھایا رہا۔ یورپ کی تجارتی کمپنیوں — ڈچ، فرانسیسی اور برطانوی — نے اس پھلتی پھولتی تجارت سے بہت نفع کمایا۔ یہ کمپنیاں ہندوستان میں چاندی درآمد کر کے یہاں سے سوتی اور ریشمی کپڑا خریدتی تھیں لیکن جیسا آپ باب 2 میں پڑھ چکے ہیں کہ جب انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کو بنگال میں سیاسی طاقت حاصل ہو گئی تو پھر انھیں ہندوستانی سامان خریدنے کے لیے قیمتی دھات درآمد کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس کے بجائے انھوں نے ہندوستان میں زمینداروں اور کسانوں سے محصول اکٹھا کیا اور اس محصول کو ہندوستانی کپڑے کی خریداری میں استعمال کیا۔



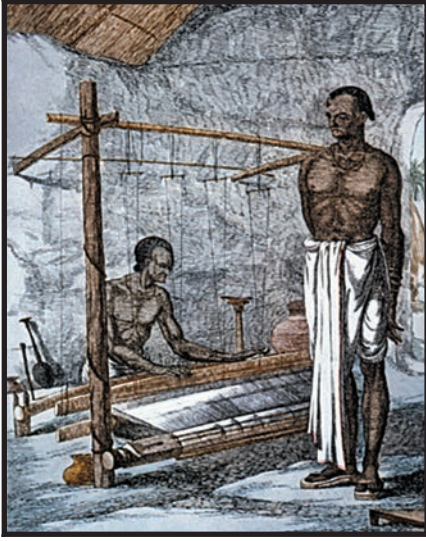
اٹھارھویں صدی کے آخر میں کپڑا بنائی کے اہم مراکز کہاں کہاں تھے؟



شکل 8 - بنائی کے مراکز: 1500-1750

اگر آپ نقشے کو دیکھیں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ انیسویں صدی کے آغاز میں کپڑے کی پیداوار چار علاقوں پر مرکوز تھی۔ ان میں بنگال سب سے اہم مرکز تھا۔ بنگال کے پیداواری مراکز جو متعدد دریاؤں کے ڈیلٹا پر واقع تھے اپنا سامان دور دراز علاقوں میں آسانی سے بھیج سکتے تھے۔ یہ بات مت بھولیے کہ انیسویں صدی کے آغاز میں ریلوے کا ارتقا نہیں ہوا تھا اور بڑے پیمانے پر سڑکیں بنانے کا کام شروع ہی ہوا تھا۔ اٹھارھویں صدی میں مشرقی بنگال (موجودہ بنگلہ دیش) میں ڈھاکہ کپڑے کی صنعت کا سب سے پہلا مرکز تھا۔ یہ اپنی ململ اور جام دانی بنائی کے لیے مشہور تھا۔

اگر آپ نقشے میں ہندوستان کے جنوبی حصے پر نظر ڈالیں تو آپ کو مدراس سے شمالی آندھرا پردیش تک پھیلے کورومنڈل کے ساحل کے ساتھ ساتھ سوتی کپڑے کی بنائی کے بہت سے مراکز نظر آئیں گے۔ مغربی ساحل پر آپ کو گجرات میں بھی بنائی کے اہم مراکز دکھائی دیں گے۔



شکل 9- بنگال کا تانتی بکر، 1790 کی
دھائی میں بلجیم کے مصور سالونس (Solvyns)
کی بنائی تصویر
اس تصویر میں ایک تانتی بکر ایک گڈھے میں لگے کر گھے پر
کام کر رہا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ گڈھے والا کر گھا کیا
ہوتا ہے؟

بنکر کون تھے؟

بنکروں کا تعلق اکثر ایسی برادریوں سے ہوتا ہے جنہیں بننے میں مہارت ہوتی ہے اور ان کی یہ فنی مہارت ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ بنگال کے تانتی بکر، شمالی ہندوستان کے جولاہے یا مومن بکر، جنوبی ہندوستان کے سالے (Sale)، کیکولار (Kaikollar) اور دیوانگ کچھ ایسی ہی برادریاں ہیں جو بنائی کے لیے شہرت رکھتی تھیں۔ پیداوار کا پہلا مرحلہ کتائی (Spinning) ہوتا تھا۔ یہ کام اکثر عورتیں کرتی تھیں۔ گھر میں کاتنے کے لیے چرخہ اور تلکی بنیادی سامان تھے۔ دھاگہ چرخے پر کاتا جاتا اور نکلی پر لپیٹا جاتا تھا۔ جب کتائی پوری ہو جاتی تو بکر اس دھاگے سے کپڑا بننے کے بنکروں کی زیادہ تر برادریوں میں بنائی کا کام مرد کرتے تھے۔ رنگین کپڑوں کے لیے دھاگے کو رنگ ریز رنگتے، چھپے ہوئے کپڑوں کے لیے بلاک پرنٹس کے ماہرین کی ضرورت پڑتی تھی جنہیں چھپسی گر کہا جاتا تھا۔ ہتھ کر گھے کی بنائی اور اس سے متعلقہ پیشے سے لاکھوں ہندوستانیوں کی روزی روٹی کا ذریعہ تھے۔

ہندوستانی کپڑے کی صنعت کا زوال

برطانیہ میں سوتی صنعت کی ترقی ہوئی تو ہندوستان میں کپڑے کے صنعت کاروں پر کئی طریقوں سے اثر پڑا۔ اول یہ کہ ہندوستانی کپڑوں کو اب یورپ اور امریکا کے بازاروں میں برطانوی کپڑوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ دوسرے انگلینڈ کو کپڑوں کی برآمد مسلسل مشکل ہوتی چلی گئی کیوں کہ برطانیہ میں درآمد کیے جانے والے ہندوستانی کپڑوں پر بھاری ڈیوٹی لگادی گئی۔

ماخذ 1

”ہم بھوکوں مرجائیں گے“

1823 میں ہندوستان میں کمپنی کی حکومت کو 12,000 بنکروں کی طرف سے ایک عرضداشت ملی جس میں لکھا تھا:

ہمارے اجداد اور ہم کمپنی کی طرف سے پیشگی رقوم حاصل کرتے رہے ہیں اور کمپنی کے لیے نفیس قسم کے کپڑے بن کر ہم اپنا اور اپنے اہل خانہ کا پیٹ پالتے رہے ہیں۔ بد قسمتی سے ہمارے اورنگ (کارخانے) ختم کر دیے گئے ہیں۔ تب سے کوئی ذریعہ معاش نہ ہونے کی بنا پر ہمارے اہل خانہ کے لیے روزی روٹی حاصل کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ ہم کپڑا بننے والے لوگ ہیں اور کوئی دوسرا کام نہیں جانتے۔ اگر بورڈ آف ٹریڈ (تجارتی بورڈ) نے ہم پر مہربانی نہ کی اور ہمیں کپڑوں کے آرڈر نہ دیے تو ہم بھوکوں مرجائیں گے۔

بورڈ آف ٹریڈ کی کاروائی، 3 فروری 1824

”برائے مہربانی اس کو اپنے اخبار میں چھاپ دیجیے“

ایک سوت کاٹنے والی بیوہ عورت نے 1828 میں ایک بنگالی اخبار ”سماچار دپن“ کو اپنی حالت زار اس طرح لکھ کر بھیجی:

مدیر، سماچار

میں ایک سوت کاٹنے والی عورت ہوں۔ بہت زیادہ پریشان ہو کر میں یہ خط لکھ رہی ہوں۔ برائے مہربانی اسے اپنے اخبار میں چھاپ دیجیے..... جب 22 سال کی تھی تو میں بیوہ ہو گئی۔ اس وقت میری تین لڑکیاں تھیں۔ مرتے وقت میرے شوہر نے کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا..... میں نے ان کی آخری رسومات ادا کرنے کے لیے اپنے زبورات فروخت کر دیے۔ جب ہمیں فاقہ کشی کی نوبت آگئی تو خدا نے ہمارے لیے ایک راہ پیدا کر دی جس سے ہم نے اپنی زندگی بچائی۔ میں نے نکلی اور چرخے پر سوت کا تنا شروع کر دیا۔ بکر ہمارے گھر آتے اور چرخے پر کتا ہوا سوتی دھاگہ تین تولہ فی روپیہ کے حساب سے خرید کر لے جاتے۔ کہنے پر مجھ کو حسب ضرورت پیشگی رقم بھی بنکروں سے مل جاتی۔ اب ہمارے روٹی اور کپڑے کا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ چند سال میں میں نے 28 روپیہ جمع کیا اور ایک بیٹی کی شادی کر دی۔ پھر اسی طرح تین بیٹیوں کی بھی شادی کر دی۔

اب تین سال ہو گئے ہم دونوں عورتوں یعنی میں اور میری ساس کے پاس کچھ بھی کھانے کو نہیں ہے۔ اب سوت خریدنے کے لیے بکر ہمارے گھر نہیں آتے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اگر سوت کو بازار میں بھی بیجا جائے تو پرانی شرح کے حساب سے ایک چوتھائی قیمت پر بھی یہ سوت نہیں بکتا۔

مجھے نہیں معلوم کہ یہ سب کیسے ہوا۔ اس بارے میں نے بہت سے لوگوں سے معلوم کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ بلائی (ولایتی) دوسوتی دھاگہ بڑے پیمانے پر درآمد کیا جا رہا ہے۔ بکر اس دھاگے کو خریدتے ہیں اور کپڑے بناتے ہیں جنہیں لوگ دو مہینے سے زیادہ استعمال نہیں کر پاتے۔ یہ کپڑے جلدی پھٹ جاتے ہیں۔

سوت کاٹنے والی ایک دکھیااری کی عرضداشت

انیسویں صدی کے شروع ہوتے ہوتے انگلینڈ میں بنے سوتی کپڑوں نے ہندوستانی مال کو افریقہ، امریکا اور یورپ میں اپنے روایتی بازاروں سے نکال باہر کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اب ہندوستان میں ہزاروں بکر بے روزگار ہو گئے۔ سب سے زیادہ بنگال کے بکر متاثر ہوئے۔ انگریز اور یورپی کمپنیوں نے ہندوستانی مال خریدنا بند کر دیا۔ اب ان کے ایجنٹ مال کی سپلائی برقرار رکھنے کے لیے بنکروں کو پیشگی رقم بھی نہیں دیتے تھے۔ پریشان ہو کر بنکروں نے مدد کے لیے حکومت کو درخواستیں دیں۔

لیکن ابھی مزید برے حالات آنے والے تھے۔ 1830 کی دہائی تک ہندوستان میں برطانوی سوتی کپڑوں کا سیلاب سا آ گیا۔ درحقیقت 1880 کی دہائی تک سوتی کپڑا پہننے والے دو تہائی ہندوستانی برطانیہ میں تیار کیے ہوئے کپڑے پہننے لگے تھے۔ اس صورت حال سے نہ صرف ماہر کار یگروں پر اثر پڑا بلکہ سوت کاٹنے والے بھی متاثر ہوئے۔ ہزاروں دیہی عورتیں جو سوتی دھاگہ کاٹ کر پیٹ پالتی تھیں بے روزگار ہو گئیں۔

ہندوستان میں ہتھ کر گھے کی بنائی بالکل ہی ختم نہیں ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ کچھ اقسام کے کپڑے مشینوں سے تیار نہیں کیے جاسکتے تھے۔ نازک بارڈروالی ساڑیاں یا روایتی طور پر

سرگرمی

ماخذ 1 اور 2 پڑھیے۔ عرضداشت لکھنے والوں نے اپنی فاقہ کشی کے حالات کے لیے کن حالات کی طرف اشارے کیے ہیں۔

بُنے جانے والے کپڑے مشینیں کس طرح تیار کرتیں؟ نفیس کام والے اس قسم کے کپڑوں کی مانگ دولت مند طبقے میں ہی نہیں بلکہ متوسط طبقے میں بھی تھی۔ اس کے علاوہ برطانوی صنعت کار ایسا بہت معمولی اور موٹا کپڑا نہیں بناتے تھے جسے غریب ہندوستانی عوام پہن سکتے۔ آپ نے مغربی ہندوستان کے شہر شولا پور اور جنوبی ہند کے شہر مدوراکے بارے میں ضرور سنا ہوگا۔ یہ شہر انیسویں صدی کے اواخر میں بُنائی کے اہم اور نئے مراکز تھے۔ بعد میں قومی تحریک کے زمانے میں مہاتما گاندھی نے لوگوں سے درخواست کی کہ وہ درآمد کیے گئے کپڑے کا بائیکاٹ کریں اور صرف ہاتھ سے کاتے اور بنے گئے کپڑے کا ہی استعمال کریں۔ اب کھادی قوم پسندی کی ایک علامت بن گئی۔ چرخہ ہندوستان کی نمائندگی کرنے لگا اور 1931 میں انڈین نیشنل کانگریس کے ترنگے جھنڈے کے درمیان بھی چرنے کے نشان کو اختیار کر لیا گیا۔

اُن بنائی اور کتائی کرنے والوں پر کیا گزری جن کی روزی روٹی چھن گئی تھی؟ بہت سے کپڑا بننے والے زرعی مزدور بن گئے۔ ان میں سے کچھ تو کام کی تلاش میں شہروں کی طرف ہجرت کر گئے اور کچھ افریقہ اور جنوبی امریکا کے کھیتوں میں کام کرنے کے لیے چلے گئے۔ ہتھ کرگے پر کام کرنے والوں میں سے کچھ بنکروں کو ان نئی سوتی ملوں میں کام مل گیا جو بمبئی (آج کل ممبئی)، احمد آباد، شولا پور، ناگپور اور کانپور میں قائم ہو گئی تھیں۔

سوتی مل کا قیام

ہندوستان میں پہلی سوتی مل 1854 میں بمبئی میں قائم ہوئی جہاں سوت کی کتائی ہوتی تھی۔ انیسویں صدی کے اوائل سے ہی بمبئی ایک اہم بندرگاہ بن گیا تھا جہاں سے ہندوستان کا خام سوت انگلینڈ اور چین کو بھیجا جاتا تھا۔ یہ بندرگاہ مغربی ہندوستان کے کالی مٹی والے اس خطے سے قریب تھا جہاں کپاس کی پیداوار ہوتی تھی۔ جب سوتی کپڑے کی ملیں قائم ہو گئیں تو انھیں خام مال آسانی سے ملنے لگا۔

1900 تک 84 سے زیادہ ملیں بمبئی میں کام کرنے لگی تھیں۔ ان میں سے بہت سی ملوں کو ان پارسی یا گجراتی تاجروں نے قائم کیا تھا جنھوں نے چین سے تجارت کر کے دولت کمائی تھی۔



شکل 10 - ایک سوئی کارخانے
میں کاریگروں کا ایک منظر، 1900ء، راجا
دین دیال کے ذریعے کھینچی گئی ایک
تصویر
کٹائی کے شعبوں میں اکثر عورتیں کام کرتی تھیں جب
کہ بنائی کے شعبوں میں کام کرنے والے زیادہ تر مرد
ہوتے تھے۔

بہت سی ملیں دوسرے شہروں میں بھی قائم ہوئیں۔ احمد آباد میں پہلی مل 1861ء میں شروع ہوئی تھی۔ ایک سال کے بعد ہی ایک مل صوبہ متحدہ (جواب اتر پردیش ہے) کے کانپور شہر میں قائم ہوئی۔ سوئی ملوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے مزدوروں کی مانگ بھی بڑھی۔ ہزاروں غریب کاشتکار، کاریگر اور زرعی مزدوران ملوں میں کام کرنے کے لیے شہروں کی طرف کوچ کر گئے۔

اپنے قیام کی پہلی ہی چند ہائیوں میں ہندوستانی کپڑا صنعت کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ برطانیہ سے درآمد شدہ سستے کپڑوں سے مقابلہ آسان نہ تھا۔ اکثر ملکوں میں حکومتوں نے درآمد پر بھاری ڈیوٹی لگا کر اپنی داخلی صنعت کی حفاظت کی۔ اس کے نتیجے میں ان ملکوں میں مقابلہ آرائی کا خاتمہ ہوا اور نوخیز صنعتوں کو تحفظ مل گیا۔ ہندوستان میں نوآبادی حکومت نے مقامی صنعتوں کو ایسا تحفظ دینے سے انکار کر دیا۔ ہندوستان میں سوئی صنعت کے فروغ میں اس وقت تیزی آئی جب پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانیہ سے کپڑے کی درآمد رو بہ زوال ہو گئی اور ہندوستانی فیکٹریوں سے کہا گیا کہ وہ فوجی سپلائی کے لیے کپڑا مہیا کرائیں۔

آہن گری (Smelting) -
یہ کسی چٹان (یا مٹی) کو اونچی حرارت پر گرم کر کے اس سے دھات نکالنے کا عمل ہے نیز یہ نئی چیزیں بنانے کے لیے دھات سے بنی چیزوں کو پگھلانے کا عمل بھی ہے



شکل 11 - اٹھارھویں صدی کے آخر میں

ٹیپو کی تلوار
ٹیپو کی تلوار کے فولاد سے بنے قبضے پر قرآنی آیات سونے سے لکھی ہوئی ہیں جن میں جنگ میں فتح حاصل کرنے کا پیغام ہے۔ قبضے کے چٹائی طرف بنے ہوئے شیر کے سر پر غور کیجیے۔

ٹیپو سلطان کی تلوار اور ووٹز فولاد

ٹیپو سلطان نے 1799 تک میسور پر حکمرانی کی اور انگریزوں سے چار جنگیں لڑیں اور حالت جنگ میں ہی تلوار ہاتھ میں لیے اس دنیا سے رخصت بھی ہوا۔ ہم اسی کی ایک مشہور کہانی کو بیان کر کے فولاد اور کچے لوہے کی کہانی کو شروع کریں گے۔ ٹیپو کی مشہور زمانہ تلوار انگلینڈ کے عجائب گھر کا بیش قیمت اثاثہ ہے۔ لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس تلوار میں کیا خاص بات تھی؟ اس تلوار کی دھار ناقابل یقین حد تک سخت اور تیز تھی اور دشمن کے زرہ بکتر کو آسانی سے کاٹ سکتی تھی۔ اس کی تلوار میں یہ خاصیت اس لیے پیدا ہوئی تھی کہ وہ ایک اونچے کاربن والے فولاد سے بنی تھی جسے ووٹز (wootz) کہا جاتا ہے۔ یہ ووٹز فولاد تمام جنوبی ہندوستان میں پیدا ہوتا تھا۔ اس سے بنی ہوئی تلواروں کی دھار بہت تیز ہوتی تھی اور اس کی آب خوب چمکتی تھی۔ اس کی ساخت میں چھوٹے چھوٹے کاربن کے قلم (Crystals) لوہے میں گندھے ہوتے تھے۔

فرانس بکانن نے ٹیپو سلطان کی وفات کے ایک سال بعد 1800 میں میسور کا سفر کیا۔ اس نے اس تکنیک کی تفصیل لکھی جس کے ذریعے میسور کے اندر ہزاروں لوہا پگھلانے والی بھٹیوں میں ووٹز فولاد تیار ہوتا تھا۔ ان بھٹیوں میں لوہے کے ساتھ کوئلہ ملا یا جاتا تھا اور اس کو چھوٹے چھوٹے مٹی کے برتنوں میں رکھا جاتا تھا۔ درجہ حرارت کو ایک پیچیدہ عمل کے ذریعے کنٹرول کر کے آہن گرائسٹیل کے ڈھلے ہوئے ڈلے بناتے تھے جو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ مغربی اور مرکزی ایشیا میں بھی تلوار بنانے کے کام آتے تھے۔ ووٹز (wootz) کنٹرلفظ اُکو، تگولفظ بکو اور تمل و ملیالم لفظ اُرکو کا انگریزی متبادل ہے۔ یہ سب الفاظ فولاد کا مفہوم ادا کرتے ہیں۔

ہندوستان کے ووٹز فولاد نے یورپی سائنسدانوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ شہرت یافتہ سائنس داں اور بجلی اور الیکٹرو میگنیٹزم (Electromagnetism) کے موجد مائیکل فراڈ (Michael Faraday) نے ہندوستانی ووٹز کے خواص کے مطالعے میں چار سال (1818-1822) لگائے۔ بہر حال، ووٹز فولاد بنانے کا طریقہ جو جنوبی ہند میں بڑے پیمانے پر مشہور تھا انیسویں صدی کے وسط تک مکمل طور پر ختم ہو گیا۔ کیا آپ اندازہ

سرگرمی

نوابوں اور راجاؤں کی شکست سے لوہا اور فولاد کی صنعت کیوں متاثر ہوئی؟

کر سکتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ جب انگریزوں نے ہندوستان فتح کر لیا تو تلوار اور زرہ بکتر بنانے کی صنعت بھی ختم ہو گئی اور انگلینڈ سے درآمد شدہ لوہے اور فولاد نے ہندوستانی دستکاروں کے ذریعے تیار کیے گئے لوہے اور فولاد کی جگہ لے لی۔

گاؤں کی ویران بھٹیاں

ووڑ فولاد کی تیاری میں لوہے کو صاف کرنے کی تکنیک بہت مخصوص ہوتی ہے لیکن ہندوستان میں لوہے کو پگھلانے کا عمل انیسویں صدی کے خاتمہ تک بہت عام تھا۔ خاص طور پر بہار اور وسطی ہندوستان کے ہر ضلع میں آہن گر ہوتے تھے جو کچھ دھات کے مقامی ذخیروں کا استعمال کر کے لوہا بناتے تھے جس سے عام استعمال کے اوزار بنائے جاتے تھے۔ یہ بھٹیاں اکثر مٹی اور دھوپ میں سکھائی گئی اینٹوں کی بنی ہوتی تھیں۔ آہن گری کا کام مرد کرتے تھے جب کہ دھونکنیوں (Bellows) پر عورتیں کام کرتی تھیں۔ ان دھونکنیوں سے ہوا پمپ کی جاتی تھی جس سے کوئلہ جلتا رہتا تھا۔

بہر حال انیسویں صدی کے آخر تک آہن گری کا ہنر زوال پذیر ہو گیا۔ اکثر گاؤں

میں بھٹیوں کا کوئی استعمال نہ رہا اور تیار لوہے کی مقدار بھی کم ہو گئی۔ ایسا کیوں ہوا؟

دھونکنی - ایک ایسا آلہ جس سے ہوا پمپ کی جاتی ہے۔

شکل 12 - پلامو (جھارکھنڈ) کے آہن گر





شکل 13- وسطی ہندوستان کے ایک گاؤں کا منظر جہاں اگریہ فرقے کے لوگ رہتے تھے جو آہنگری کا کام کرتے تھے

اگریہ جیسے کچھ فرقے آہنگری کے کام میں ماہر تھے۔ انیسویں صدی کے آخر میں ہندوستان کے خشک خطوں میں کئی بار قحط پڑا۔ وسطی ہندوستان میں بہت سے لوہا پگھلانے کا کام کرنے والے اگریہ فرقے نے اپنا کام بند کر دیا اور اپنے گاؤں سے ہجرت کر گئے تاکہ سخت حالات میں اپنی گذر بسر کے لیے کسی دوسرے کام کی تلاش کر سکیں۔ ان میں سے بڑی تعداد نے پھر کبھی بھٹیوں کا کام نہیں کیا۔

اس کی ایک وجہ تو وہ نئے جنگلاتی قوانین تھے جو آپ باب 4 میں پڑھ چکے ہیں۔ جب نوآبادی حکومت نے لوگوں کو محفوظ جنگلات میں جانے سے روک دیا تو لوہا پگھلانے والوں کو کونے کے لیے لکڑی کہاں سے ملتی؟ وہ خام لوہا کہاں سے حاصل کرتے؟ لوگ قانون کو کبھی کبھی توڑ کر چوری چھپے جنگلوں میں داخل ہو کر لکڑیاں جمع کر لیتے لیکن اس بنیاد پر وہ پائیدار طور پر اپنا پیشہ جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے اپنا یہ فن ترک کر دیا اور اپنی روزی روٹی کے لیے دوسرے دھندوں کی تلاش کرنے لگے۔

ماخذ 3

ایک عام صنعت

جیولوجیکل سروے آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق:

ایک زمانے میں آہنگری ہندوستان کی ایک عام صنعت تھی اور گنگا، سندھ اور برہمپتر کے سیلابی خطوں سے دور مشکل سے ہی کوئی ایسا ضلع ہوگا جہاں دھاتی میل کے ڈھیر نہ پائے جاتے ہوں۔ ایک آہنگر کو ذخائر سے خام لوہے کے حصول میں کوئی دقت پیش نہیں آتی تھی جسے یورپی مالکان نے سنجیدگی سے نہیں لیا۔

کچھ علاقوں میں حکومت نے انھیں کو جنگلات میں جانے کی منظوری بھی دے دی تھی لیکن اس کے لیے محکمہ جنگلات کوئی بھٹی بہت زیادہ محصول ادا کرنا پڑتا تھا جس سے ان کی آمدنی کم ہو جاتی تھی۔

اس کے علاوہ انیسویں صدی کے آخر تک برطانیہ سے لوہا اور فولاد درآمد ہونے لگی تھی۔ ہندوستانی لوہار اوزار، ہتھیار اور برتن بنانے کے لیے درآمد شدہ لوہا استعمال کرنے لگے تھے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ مقامی آہنگروں کے تیار کردہ لوہے کی مانگ کم ہو گئی۔

بیسویں صدی کے اوائل میں لوہا اور فولاد تیار کرنے والے کاریگروں کو نئے مقابلے کا سامنا کرنا پڑا۔

دھاتی میل کے ڈھیر (Slag Heaps)

جب دھات کو پگھلایا جاتا ہے تو دھات کا میل یا کچر باقی رہ جاتا ہے

ہندوستان میں لوہا اور فولاد کے کارخانوں کا آغاز

1904 کی بات ہے۔ اپریل کے گرم مہینے میں ایک امریکی ماہر ارضیات چارلز ویلڈ (Charles Weld) اور جمشید جی ٹاٹا کے بڑے بیٹے دوراب جی ٹاٹا کچ دھات کے ذخیروں کی تلاش میں چھتیس گڑھ کے علاقوں کا سفر کر رہے تھے۔ وہ ہندوستان میں لوہا اور فولاد کا ایک جدید کارخانہ قائم کرنا چاہتے تھے اور اس کے لیے اچھے خام لوہے کے ذخائر کی تلاش میں مہینوں سے ایک مہنگے سفر پر نکلے ہوئے تھے۔ جمشید جی ٹاٹا نے ہندوستان میں لوہا اور اسٹیل کی ایک بڑی صنعت قائم کرنے کے لیے اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن یہ کام اچھی قسم کی کچ دھات کے ذخائر کی نشاندہی کے بغیر ناقابل عمل تھا۔

ایک دن جنگلوں میں گھنٹوں سفر کرنے کے بعد ویلڈ اور دوراب جی ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچے۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ کچھ عورتیں اور مرد کچ دھات سے بھری بالٹیاں لے جا رہے تھے۔ یہ 'اگریہ' فرقے کے لوگ تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ انھیں یہ کچ دھات کہاں ملی تو انھوں نے دوراب جی کی پہاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ گھنے جنگل میں تھکا دینے والے سفر کے بعد ویلڈ اور دوراب جی اس پہاڑی کے پاس پہنچے اور تفتیش کے بعد ماہر ارضیات ویلڈ نے کہا کہ جس چیز کی انھیں تلاش تھی وہ مل گئی۔ راج ہارا کی پہاڑیوں میں دنیا کی بہترین قسم کی کچ دھات پائی جاتی ہے۔

لیکن ایک مشکل اور بھی تھی، یہ علاقہ سوکھا تھا اور یہاں فیکٹری چلانے کے لیے ضرورت کے لائق پانی کہیں موجود نہ تھا۔ فیکٹری قائم کرنے کے لیے ٹاٹا خاندان نے مناسب جگہ کی تلاش جاری رکھی۔ بہر حال 'اگریہ' فرقے کے لوگوں نے کچ دھات کے ذخیرے کی نشاندہی میں ان کی مدد کی اور بعد کے زمانے میں بھلائی اسٹیل پلانٹ کے لیے خام مال کی فراہمی اسی سے ہوئی۔

شکل 14 - دریائے سبرنا ریکھا کے ساحل پر

ٹاٹا آئرن اینڈ اسٹیل فیکٹری، 1940



چند سالوں کے بعد دریائے سُبھ ناریکھا کے کنارے فیکٹری اور ایک صنعتی شہر۔
جمشید پور۔ قائم کرنے کے لیے جنگل کے ایک بڑے حصے کو صاف کر دیا گیا۔ یہاں
کچھ دھات کے ذخائر کے قریب پانی بھی موجود تھا۔ ٹاٹا آئرن اینڈ اسٹیل کمپنی (TISCO)
نے 1912 میں اسٹیل کی پیداوار شروع کر دی۔

یہ کمپنی ایک بڑے مبارک موقع پر شروع ہوئی تھی۔ انیسویں صدی کے آخر میں
ہندوستان میں اسٹیل برطانیہ سے درآمد کیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں ریلوے کی توسیع کے
نتیجے میں برطانیہ میں تیار شدہ ریلوں کو ایک بہت بڑی منڈی مل گئی تھی۔ بہت عرصے تک تو
ہندوستانی ریلوے کے برطانوی ماہرین یہ یقین کرنے پر ہی آمادہ نہ تھے کہ اچھی قسم کا فولاد
ہندوستان میں بھی تیار کیا جاسکتا ہے۔

جب ٹاٹا آئرن اینڈ اسٹیل کمپنی قائم ہو گئی تو صورت حال بدلنے لگی۔ 1914 میں
پہلی جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ اب برطانیہ میں تیار شدہ اسٹیل یورپ کی جنگی ضروریات

شکل 15 - جنگ کے خاتمہ پر توسیع
جنگ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے، ٹاٹا آئرن اینڈ
اسٹیل کمپنی کو اپنی پیداواری صلاحیت بڑھانی پڑی اور
فیکٹری کو بھی بڑا کرنا پڑا۔ توسیع کا پروگرام جنگ کے بعد
بھی جاری رہا۔ یہاں آپ 1919 میں جمشید پور کے
اندر نئے بجلی گھروں اور بوائیلروں کو تعمیر ہوتے ہوئے
دیکھ سکتے ہیں۔



پوری کرنے لگا۔ اس طرح غیر متوقع طور پر ہندوستان میں برطانوی درآمد گھٹ گئی اور ہندوستانی ریلوے ریلوں کی سپلائی کے لیے ٹسکو (TISCO) کی طرف متوجہ ہوئی۔ چوں کہ یہ جنگ کئی برسوں تک چلتی رہی اس لیے ٹسکو کو جنگ کے لیے بھی گولے اور گاڑیوں کے سپے تیار کرنے پڑے۔ 1919 کے آتے آتے نوآبادی حکومت ٹسکو کی تیار کردہ توے فی صد اسٹیل خریدنے لگی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ٹسکو حکومت برطانیہ کے اندر اسٹیل کی سب سے بڑی کمپنی بن گئی۔

سوتی کپڑے کی طرح لوہا اور اسٹیل کے معاملے میں صنعتی توسیع اس وقت ہوئی جب ہندوستان میں برطانوی درآمد میں کمی آئی اور ہندوستان کے صنعتی مال کی مانگ بازار میں بڑھ گئی۔ ایسا پہلی جنگ عظیم کے دوران اور اس کے بعد ہوا۔ چوں کہ قومی تحریک کو فروغ ہوا اور صنعتی طبقہ زیادہ مضبوط ہو گیا اس لیے سرکاری تحفظ کی مانگ بھی بڑھ گئی۔ ہندوستان پر اپنا تسلط برقرار رکھنے کی جدوجہد میں برطانوی حکمرانوں کو نوآبادی حکومت کی آخری دہائیوں میں ان میں سے بہت سی مانگیں پوری کرنی پڑیں۔

کہیں اور

جاپان میں صنعت کاری کے ابتدائی سال

انیسویں صدی کے آخر میں جاپان کی صنعت کاری (Industrialisation) کی تاریخ، ہندوستان کی صنعت کاری سے مختلف ہے۔ ہندوستان کی نوآبادی حکومت برطانوی سامان کے لیے منڈی کی توسیع چاہتی تھی لیکن ہندوستانی صنعت کاروں کی مدد کرنا نہیں چاہتی تھی جب کہ جاپان کی حکومت وہاں کے صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔

جاپان میں میجی (Meiji) حکومت جو 1868 میں برسرِ اقتدار تھی اس بات پر یقین رکھتی تھی کہ جاپان میں صنعت کاری کی ضرورت ہے تاکہ وہ مغربی غلبے کا مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ جاپان نے صنعت کاری (Industrialisation) کے سلسلے میں مختلف اقدامات کیے اس نے ڈاک اور تار، ریلوے اور بھاپ کی قوت سے چلنے والی جہاز رانی کو ترقی دی۔ جاپان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مغرب کی انتہائی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کو درآمد کیا اور اس کو ملکی ضروریات سے ہم آہنگ بھی کیا۔ جاپانی پیشہ وروں (Professionals) کو تربیت دینے کے لیے بیرونی ماہرین کی خدمات حاصل کیں۔ حکومت کے ذریعے قائم شدہ بینکوں نے سرمایہ کاری کے لیے صنعت کاروں کو دل کھول کر قرض دیے۔ بڑی صنعتوں کو پہلے حکومت نے قائم کیا اور پھر ان کو صنعتی گھرانوں کے ہاتھ سستی شرحوں پر فروخت کر دیا۔

ہندوستان میں نوآبادیاتی غلبے نے ملک کی صنعت کاری کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ جاپان میں غیر ملکی قبضے کے خوف نے صنعت کاری کے لیے مہمیز کا کام کیا لیکن اس کا یہ مطلب بھی تھا کہ جاپان کی صنعتی ترقی شروع سے ہی فوجی ضروریات سے مربوط تھی۔

دوہرائیے

تصور کیجیے

تصور کیجیے کہ آپ انیسویں صدی کے آخر کے ایک کپڑا بنکر ہیں۔ ہندوستانی کارخانوں میں بنے ہوئے کپڑوں کی بازار میں بھرمار ہے۔ اس صورت حال کا آپ کس طرح مقابلہ کریں گے؟

- 1- یورپ میں کس قسم کے کپڑے کا بازار زیادہ بڑا تھا؟
- 2- جامدانی سے کیا مراد ہے؟
- 3- بندنا کسے کہتے ہیں؟
- 4- 'اگریہ' کون تھے؟
- 5- خالی جگہوں کو پر کیجیے:

(a) لفظ چٹڑ _____ لفظ سے بنا ہے۔

(b) ٹیپو سلطان کی تلوار _____ فولاد سے بنی ہوئی تھی۔

(c) ہندوستانی کپڑے کی برآمد کو _____ صدی میں زوال ہوا۔

گفتگو کیجیے

- 6- مختلف کپڑوں کے ناموں سے ان کی تاریخ کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟
- 7- ابتدائی انیسویں صدی میں انگلینڈ کے اون اور ریشم پیدا کرنے والوں نے ہندوستانی کپڑے کی درآمد کی مخالفت کیوں کی؟
- 8- برطانیہ میں سوتی صنعتوں کی ترقی نے ہندوستان میں کپڑا بنکروں کو کس طرح متاثر کیا؟
- 9- ہندوستان کی لوہا پگھلانے کی صنعت انیسویں صدی میں کیوں زوال پذیر ہو گئی؟
- 10- ہندوستانی کپڑے کی صنعت کو اپنی ترقی کے ابتدائی برسوں میں کن مشکلات کا سامنا تھا؟
- 11- پہلی جنگ عظیم کے دوران ٹاٹا آئرن اینڈ اسٹیل کمپنی کی پیداوار بڑھانے میں کن عوامل نے مدد کی؟

کر کے دیکھیے

- 12۔ جہاں آپ رہتے ہیں وہاں کی کسی دستکاری کی تاریخ معلوم کیجیے۔ اس سلسلے میں آپ دستکاروں کے سماج، ان کی بدلتی تکنیکوں اور ان کے بازاروں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ بھی معلوم کیجیے کہ پچھلے پچاس برسوں میں ان میں کیا تبدیلیاں آئی ہیں؟
- 13۔ ہندوستان کے نقشے پر آج کی مختلف دستکاریوں کے مراکز کی نشاندہی کیجیے۔ پتہ لگائیے کہ یہ مراکز کب وجود میں آئے تھے۔